شاعر مظاہر فطرت سے بہت قریب ہے۔ ذیل کے اشعار اس کی مظاہر فطرت کا اعلیٰ نمونہ ہیں ؎

بہم نوش کشتہ چشمۂ آب
برنگ دیدۂ آہوئی دشتی

چنیں گردد میاں ہر ماں کہ گوئی
پلنگ آہو بگیرد خیر کشتی

دقیقی اپنی شاعری کے لئے فطرت سے تشبیہات حاصل کرتا ہے۔ کبھی پہاڑ سے کبھی جنگل سے کبھی دریا سے۔ وہ سراپائے محبوب کے لئے تشبیہیں لاتا ہے تو مظاہر فطرت سے۔ لیکن اس کی تشبیہات میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ محبوب کو فطرت سے نہیں بلکہ فطرت کو محبوب سے تشبیہ دیتا ہے۔ اس لئے شدت اور اثر میں اضافہ ہے۔ متاخرین کے یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یعنی متاخرین شعراء نے فطرت کو محبوب سے تشبیہ دینے کے بجائے محبوب کو فطرت سے تشبیہ دی ہے۔ فطرت کو محبوب سے تشبیہ جن اشعار سے دقیقی طوسی نے دی ہے ان کا نادر نمونہ یہ ہے:

شب سیاہ بداں زلفکانِ تو ماند
سپید روز بپاکی رخانِ تو ماند

بہوستان ملوکاں ہزار گشتم بیش
گل شگفتہ برخسارگانِ تو ماند

ان اشعار میں دقیقی نے مظاہر فطرت کو محبوب کے اعضاء سے تشبیہ دی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ رات کے اندر جو سیاہی ہے وہ محبوب کی زلفوں سے لی گئی ہے۔ یعنی محبوب کی زلف کی سیاہی رات کی سیاہی سے کہیں زیادہ ہے۔ اور اتنی زیادہ ہے کہ رات کو سیاہ بننے کے لئے محبوب کے زلف کی سیاہی لینے کی

...ہوتی ہے۔ اسی طرح دن کے اندر جو سفیدی ہے وہ دراصل محبوب کے پاک و صاف چہرے سے لی گئی ہے۔ باغ کے اندر جو قسم قسم کے پھول کھلے ہوتے ہیں ان کے اندر جو شگفتگی اور تازگی ہے وہ محبوب کے رخسار کی وجہ سے ہے یعنی اس کے کہنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ رات ہو یا دن، پھول ہو یا باغ ہر شے کا حسن محبوب کے حسن سے لیا ہوا ہے۔

ذیل کے مزید چند اشعار سے بہتر فطرت کی منظرکشی پوری فارسی شاعری میں شاید مشکل ہی سے ملے ؎

سحرگاہاں کہ باد بزم جنبد
بجنباند درخت سرخ و اصفر

تو پنداری کہ از گردوں ستارہ
ہمی بارید بر دیبائی اخضر

دقیقی کہتا ہے کہ صبح کے وقت جب ہوا چلتی ہے تو اس ہوا کے چلنے سے درخت کے پتے ہلتے ہیں اور وہ سرخ و سفید پتے زمین پر بکھر جاتے ہیں۔ ان کے بکھرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر آسمان سے ستارے گر رہے ہوں یعنی پتیوں سے زمین اس قدر خوبصورت ہوجاتی ہے کہ وہ پتے نہیں بلکہ ستارے معلوم ہوتے ہیں۔

۴۔ واقعہ نگاری:

دقیقی کے کلام کی ایک اور اہم خصوصیت واقعہ نگاری ہے۔ اگرچہ فردوسی خدائے سخن ہے لیکن دقیقی کا [illegible] رتبہ بھی کسی سے کم نہیں۔ فردوسی کے کلام کا اصل جوہر واقعہ کو بیان کرنا ہے لیکن ذیل کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس [illegible] کا سماں اس طرح کھینچا ہے کہ اس کی تصویر ہو بہو آنکھوں کے سامنے [illegible] ہے۔

مساجد و معابد قرآن کی روشنی میں

از مولانا محمد ثناء اللہ عمری ایم۔اے۔ جامعہ دارالسلام عمرآباد

قرآن حکیم انسانیت کے نام خالق کائنات کا آخری اور ابدی پیغام ہے جو اس بات کی
م دیتا ہے کہ انسان حقیقی معنوں میں اپنے خالق و رازق کا بندہ بن کر جئے اور مرے۔ اسی بندگ
یک لازمی جزء وہ عبادت ہے جو نماز کہلاتی ہے۔ شب و روز میں پانچ وقت فرض ہے۔ یوں
عبادت کے سارے ہی حرکات و سکنات اللہ کی قربت کا ذریعہ ہیں، مگر اس کی ایک ادا
بھی ہے جو باری تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیاری ہے، اور اسی لئے پیاری ہے کہ اس میں
ے کا عجز و انکسار انتہائی شکل و صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ سجدہ وہ حالت ہے جس
انسان پر حقیقی معنوں میں بندگی کا احساس طاری ہوتا ہے۔ قرآن پاک نے ارکان نماز
صرف سجدے کے متعلق یہ گواہی دی ہے کہ وہ اللہ کی قربت کا ذریعہ ہے۔

واسجد واقترب (علق - ۱۹) اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو۔

صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اقرب ما یکون العبد
ن ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب
جدہ کی حالت میں ہوتا ہے، پس اس حالت میں زیادہ سے زیادہ دعائیں مانگو۔

سجدوں سے اور بڑھتی ہے رفعت جبین کی

نماز کا یہ رکن یعنی سجدہ اس قدر پسندیدہ قرار پایا کہ اسلامی عبادت گاہوں کے لئے اسی لفظ کا مشتق یعنی مسجد رائج ہو گیا، مفردات میں ہے :۔

المسجد بکسر الجیم موضع السجود۔ یعنی لفظ مسجد جیم کے کسرے کے ساتھ ہے، سجدہ کرنے کی جگہ۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم لکھتے ہیں :" اگرچہ مسجد کے مفہوم کے متعلق مفسرین نے طرح طرح کے اقوال نقل کئے ہیں، مگر صاف بات یہی ہے جو امام راغب نے لکھی ہے۔ یعنی مسجد بکسر جیم ہے اور اس سے وہ مقام مراد ہے جہاں فاطر السموٰت والارض کے آگے جبین نیاز زمین پر رکھی جائے، اسی کی جمع ہے مساجد" لہ

قرآن نے مختلف مقامات پر کئی مسجدوں اور معبدوں کا ذکر کیا ہے، ان میں مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ، مسجدِ نبوی، مسجدِ قبا اور مسجدِ ضرار کے علاوہ عام مساجد اور معابد بھی ہیں۔ اور یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کی عبادت گاہوں کے نام بھی، پھر ان کے متعلق بعض احکام بھی واضح کئے ہیں۔ سب سے زیادہ جس مسجد کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے وہ مسجدِ حرام ہے۔

۱۔ چنانچہ آل عمران میں ارشاد ہے۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین ہ فیہ آیات بینٰت مقام ابراھیم ومن دخلہ کان آمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین ہ (۹۶ـــ۹۷)

بلاشبہ پہلا گھر جو انسان کے لئے (خدا پرستی کا معبد و مرکز) بنایا گیا ہے وہ

لہ مقالات الہلال ص۱۰

ہے (عبادت گاہ) ہے جو مکہ میں ہے۔ برکت والا اور تمام انسانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اس میں (دین حق کی) روشن نشانیاں ہیں۔ ازانجملہ مقام ابراہیم ہے۔ (یعنی ابراہیم کے کھڑے ہونے یعنی عبادت کرنے کی جگہ جو اس وقت سے لے کر آج تک بغیر کسی شک وشبہ کے مشہور اور معین رہی ہے اور ازانجملہ یہ بات ہے کہ) جو کوئی اس کے حدود میں داخل ہوا وہ امن وحفاظت میں آگیا اور (ازانجملہ یہ کہ) اللہ کی طرف سے لوگوں کے لئے یہ بات ضروری ہوگئی کہ اس تک پہنچنے کی استطاعت پائیں تو اس گھر کا حج کریں اور اس پر بھی جو کوئی (اس حقیقت سے) انکار کرے (اور اس مقام کی پاکی وفضیلت کا اعتراف نہ کرے) تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی ذات تمام دنیا سے بے نیاز ہے۔ (وہ اپنے کاموں کے لئے کسی فرد اور قوم کا محتاج نہیں۔)

یوں دنیا میں گھر تو بہت پہلے بن گئے تھے، مگر اللہ کی عبادت کا گھر سب سے پہلے کعبہ ہی تھا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا گھر ہے جس میں برکت رکھی گئی تھی۔ کعبۂ معظمہ مسجدِ حرام کے درمیان بنا ہوا ہے، اس کی شکل ایک بڑے کمرے کی سی ہے۔ تقریباً مربع ہے۔ بلندی پندرہ میٹر ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم فرماتے ہیں: "تاریخ سے بھی اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے کہ کعبہ سب سے پہلے عبادت خانہ تھا۔ رومی مورخ پیرو ڈائنس نے اعتراف کیا ہے کہ اس سے قدیم تر کوئی معبد نہیں ملتا۔ ڈوزی نے بھی یہی کہا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیا والوں نے اس کی قدامت تسلیم کی۔ میور تنقید کے لئے اٹھا۔ لیکن رومی مورخ کی تائید کے سوا اور کچھ کہہ نہ سکا۔ مارگولیتھ نے خانۂ کعبہ کی قدامت سے انکار کیا تھا۔ لیکن اس کے نظریے کو خود مستشرقین ہی کے گروہ میں فروغ وقبول حاصل نہ ہوا۔ [۵]

۲۔ اب قرآن ہی کی زبانی یہ بھی سن لیجئے کہ اللہ کے سب سے پہلے گھر کے بانی

۵۔ سفر حجاز صفحہ ۲۵۰ ۔ صفحہ ۲۵۱

کون تھے؟

سورۃ بقرہ میں ہے :-

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (۱۲۷-۱۲۹)

اور (پھر دیکھو) وہ کیسا عظیم الشان اور انقلاب انگیز وقت تھا جب ابراہیم خانہ کعبہ کی نیو ڈال رہا تھا اور اسماعیل بھی اس کے ساتھ شریک تھا (ان کے ہاتھ پتھر چن رہے تھے اور دل و زبان پر یہ دعا طاری تھی) اے پروردگار! ہمارا یہ عمل تیرے حضور قبول ہو! بلاشبہ تو ہی ہے جو دعاؤں کا سننے والا اور (مصالح عالم کا) جاننے والا ہے۔ اے پروردگار (اپنے فضل و کرم سے) ہمیں ایسی توفیق دے کہ ہم سچے مسلم (یعنی تیرے حکموں کے فرمانبردار) ہو جائیں اور ہماری نسل میں سے بھی ایک ایسی امت پیدا کر جو تیرے حکموں کی فرمانبردار ہو۔ خدایا! ہمیں ہماری عبادت کے (سچے) طور طریقے بتلا دے اور ہمارے قصوروں سے درگذر کر۔ بلاشبہ تیری ہی ذات ہے جو درگذر کرنے والی ہے اور جس کی رحیمانہ درگذر کی کوئی انتہا نہیں اور خدایا! (اپنے فضل و کرم سے) ایسا کیجیو کہ اس بستی کے بسنے والوں میں تیرا ایک رسول پیدا کر جو انہی میں سے ہو۔ وہ تیری آیتیں پڑھ کر لوگوں کو سنائے۔ کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور (اپنی پیغمبرانہ تربیت سے) ان کے دلوں کو مانجھ دے۔ اے پروردگار! بلاشبہ تیری ہی ذات ہے جو حکمت والی ہے اور سب پر غالب ہے۔

کعبہ کے سب سے پہلے معار سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ بابا آدم کے بعد آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر حضرت

اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ خانۂ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی۔

۳۔ جب باپ بیٹے اللہ کا گھر تعمیر کرچکے تو اس کے زیرِ سایہ اپنے بسیرے کا بھی انتظام کیا تاکہ اللہ کے گھر کی پاسبانی ہوتی رہے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت ہے۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون

اے ہم سب کے پروردگار! (تو دیکھ رہا ہے کہ) ایک ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام و نشان نہیں، میں نے اپنی بعض اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لاکر بسائی ہے۔ اور خدایا! اس لئے بسائی ہے کہ نماز قائم رکھیں (تاکہ یہ محترم گھر عبادت گذاروں اور توحید سے خالی نہ رہے) پس تو (اپنے فضل وکرم سے) ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کے لئے زمین کی پیداوار سے سامان رزق مہیا کردے تاکہ (بے آب و گیاہ ریگستان میں وہ کبھی ضروریات معیشت سے محروم نہ ہوں) اور تیرے شکر گذار ہوں۔

ابنِ کثیر نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ابراہیم کی دوسری دعا تھی۔ پہلی دعا آیت نمبر ۳ میں گذر چکی ہے۔ وہ دعا تعمیر کعبہ سے پہلے کی تھی اور یہ تعمیر کے بعد کی۔ وہاں شرک و بت پرستی سے اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کی طلب تھی اور یہاں اولاد کے حق میں نماز کی پابندی اور اسبابِ رزق کی فراہمی کی درخواست ہے۔

۴۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی یہ کوششیں بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو وہ مقام بخشا جو اخلاص وللٰہیت کا اونچے سے اونچا مقام ہے۔ اس کی خوشخبری سورۂ بقرہ کی ذیل کی آیت میں ملتی ہے۔

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی وعھدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود (۱۲۵)

اور دیکھو، جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے (مکہ کے) اس گھر کو (یعنی خانۂ کعبہ کو) انسانوں کی گروآوری کا مرکز اور امن و حرمت کا مقام ٹھہرا دیا۔ اور حکم دیا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ (ہمیشہ کے لئے) نماز کی جگہ بنائی جائے اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا تھا کہ ہمارے نام پر جو گھر بنایا گیا ہے اسے طواف کرنے والوں، عبادت کے لئے ٹھہرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے (ہمیشہ) پاک رکھنا (اور ظلم و معصیت کی گندگیوں سے آلودہ نہ کرنا۔

۵۔ یہ مضمون مزید شرح و بسط کے ساتھ سورۂ حج کی ان آیتوں میں بیان ہوا ہے:۔

ان الذین کفروا ویصدون عن سبیل اللہ والمسجد الحرام الذی جعلناہ للناس سواء العاکف فیہ والباد ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم ہ واذ بوأنا لابراھیم مکان البیت ان لاتشرک بی شیئاً وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود ہ واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یأتین من کل فج عمیق ہ لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر ہ ثم لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق ہ ذٰلک ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ واحلت لکم الانعام الا ما یتلی علیکم فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور ہ حنفاء للہ غیر مشرکین بہ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق ہ ذٰلک ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب ہ لکم فیھا منافع الی اجل مسمی ثم محلھا الی البیت العتیق (۲۵—۳۳)

"جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی، اور جو اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں نیز مسجد حرام جسے ہم نے بلا امتیاز تمام انسانوں کے لئے (عبادت گاہ) ٹھہرایا ہے خواہ وہاں کے رہنے والے

رہنے والا ہو یا باہر سے آنے والے (تو انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نہیں) اور ہر اس آدمی کو جو اس میں الحاد و ظلم حق سے منحرف ہونا چاہے گا عذاب دردناک کا مزہ چکھائیں گے اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے ابراہیم کے لئے خانۂ کعبہ کی جگہ مقرر کردی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور میرا یہ گھر ان لوگوں کے لئے پاک رکھو جو طواف کرنے والے ہوں، عبادت میں سرگرم رہنے والے ہوں، رکوع و سجود میں جھکنے والے ہوں اور (حکم دیا گیا تھا کہ) لوگوں میں حج کا اعلان پکار دے، لوگ تیرے پاس دنیا کی دور دراز راہوں سے آیا کریں گے، پا پیادہ اور ہر طرح کی سواریوں پر جو (مشقت سفر سے) تھکی ہوئی ہوں گی، وہ اس لئے آئیں گے کہ اپنے فائدے پانے کی جگہ میں حاضر ہو جائیں اور ہم نے جو پالتو چار پائے ان کے لئے مہیا کر دیئے ہیں۔ ان کی قربانی کرتے ہوئے مقررہ دنوں میں اللہ کا نام لیں پس قربانی کا گوشت خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیر کو بھی کھلاؤ۔ پھر قربانی کے بعد وہ اپنے جسم کا میل کچیل دور کر دیں (یعنی احرام اتار دیں) نیز اپنی نذریں پوری کریں اور اس خانۂ قدیم (یعنی خانۂ کعبہ) کے گرد پھیرے پھر لیں تو دیکھو (حج کی) بات یوں ہوئی اور جو کوئی اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حرمتوں کی عظمت مانے تو اس کے لئے اس کے پروردگار کے حضور بڑی ہی بہتری ہے اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ) ان جانوروں کو چھوڑ کر جن کا حکم قرآن میں سنا دیا گیا ہے۔ تمام چار پائے تمہارے لئے حلال کئے گئے ہیں۔ پس چاہئے کہ بتوں کی ناپاکی سے بچتے رہو نیز جھوٹ بولنے سے صرف اللہ ہی کے لئے ہو کر رہو۔ اس کے ساتھ کسی ہستی کو شریک نہ کرو جس کسی نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس کا حال ایسا سمجھو کہ جیسے بلندی سے اچانک نیچے گر پڑا، جو چیز اس طرح گرے گی اسے یا تو کوئی اچک لے گا یا ہوا کا جھونکا کسی دور دراز گوشے میں لے جا کر پھینک دے گا۔ (حقیقت حال) یہ ہے۔ پس (یاد رکھو) جس کسی نے اللہ کی نشانیوں کی عظمت مانی تو اس نے ایسی بات مانی جو فی الحقیقت

دلوں کی پرہیزگاری کی باتوں میں سے ہے ان (چارپایوں) میں ایک مقررہ وقت تک تمہارے لئے (طرح طرح کے) فائدے ہیں، پھر (اس) خانۂ قدیم تک پہنچ کر ان کو قربانی کرنی ہے۔

ان آیتوں میں بیت عتیق دو بار آیا ہے۔ عتیق کے ایک معنی تو قدیم کے ہیں یعنی اللہ کا سب سے قدیم گھر ہے۔ دوسرے اس لفظ کے ایک معنی آزاد کے بھی ہیں مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو اول سے آخر تک ظالموں کے دست تصرف سے محفوظ رکھا ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ طوفان نوح سے محفوظ تھا اس لئے عتیق کہلایا۔

۶۔ مذکورہ بالا آیتوں میں حج کی منادی کا حکم دیا گیا تھا۔ مندرجہ ذیل آیت میں حج اور عمرہ کے مزید احکام بیان ہو رہے ہیں۔ واضح رہے کہ حج کی فرضیت کے ساتھ عمرہ کو شرعی حیثیت دے کر بیت اللہ کے اکرام و فیضان کو بارہ ماسی کر دیا گیا ہے۔

سورۃ بقرہ کی آیت:۔

واتموا الحج والعمرۃ للہ فان احصرتم فما استیسر من الھدی ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الھدی محلہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج و سبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ شدید العقاب (۱۹۶)

اور دیکھو حج اور عمرہ کی جب نیت کر لی جائے تو اسے اللہ کے لئے کرنا چاہئے۔ اور اگر ایسی صورت درپیش آ جائے کہ تم (اس نیت سے نکلے مگر) راہ میں گھر گئے (لڑائی کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے) تو پھر ایک جانور کی قربانی کرنی چاہئے جیسا کچھ بھی

پھر آپ اور اس وقت تک سر کے بال نہ منڈواؤ (جو اعمال حج سے فارغ ہو کر احرام اتارتے وقت کیا جاتا ہے) جب تک کہ قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے۔ ہاں اگر کوئی شخص بیمار ہو یا اسے سر کی کسی تکلیف کی وجہ سے مجبوری ہو تو چاہیے کہ (بال اتارنے کا) فدیہ دے اور وہ یہ ہے: روزہ، یا صدقہ دے، یا جانور کی قربانی کرے۔ اور پھر ایسا ہو کہ تم امن کی حالت میں ہو اور کوئی شخص چاہے کہ (عمرہ حج سے ملا کر) تمتع کرے۔ (یعنی ایک ہی سفر میں دونوں عملوں کے ثواب سے فائدہ اٹھائے) تو اس کے لیے بھی جانور کی قربانی ہے جیسی کچھ میسر آجائے۔ اور جس کو قربانی میسر نہ آئے تو اسے چاہیے تین روزے حج کے دنوں میں رکھے، سات روزے واپسی پر، یہ دس کی پوری گنتی ہوئی البتہ یاد رہے کہ یہ حکم (یعنی عمرہ کے تمتع کا حکم) اس کے لیے ہے جس کا گھر بار مکہ میں نہ ہو (یا باہر سے حج کے لیے آیا ہو) اور دیکھو ہر حال میں اللہ کی نافرمانی سے بچو اور یقین کرو وہ (نافرمانوں کو) سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

۷۔ حج بیت اللہ اور عمرے کی ایک کڑی صفا مروہ کی سعی بھی ہے اس کے متعلق سورۃ بقرہ ہی میں یہ صراحت موجود ہے:

إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما ومن تطوع خيرا فإن الله شاكر عليم ○ (۱۵۸)

بلاشبہ صفا اور مروہ (نامی دو پہاڑیاں) اللہ کی (علامت و رحمت کی) نشانیوں میں سے ہیں۔ پس جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے اس گھر کا (یعنی خانہ کعبہ کا) قصد کرے تو اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان طواف کے پھیرے کرلے۔ اور جو کوئی خوش دلی کے ساتھ نیکی کا کام کرتا ہے تو اللہ ہر عمل کی اس کی منزلت کے مطابق قدر کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

صفا اور مروہ پہاڑیاں تھیں، اب باقی نہیں رہیں۔ درمیانی فاصلہ تقریباً ڈیڑھ فرلانگ تھا

نونہال کے لیے پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ انہی پہاڑیوں کے درمیان آئی گئی تھیں
سعی انکی آمد ورفت کی یادگار ہے۔ اسلام سے قبل عربوں نے ان پہاڑیوں پر ایک بت
رکھ دیا تھا، صفا کا بت اساف تھا اور مروہ کا نائلہ۔ عرب ان پر چڑھاوے چڑھاتے
اور قربانیاں کرتے اور حج کے موقع پر پہاڑیوں کے درمیان سعی بھی کرتے تھے۔ اسلام
کے آنے کے بعد مسلمانوں کو اس سابقہ عمل کی وجہ سے سعی کرنے میں تکلف ہوا، لیکن قرآن مجید
میں ان کی سعی کا حکم آگیا۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الخ، سعی جاری ہوگئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ مشلل سے قریب منات بت نصب تھا۔ اسلام سے قبل انصار
اسی کی پوجا پاٹ کیا کرتے تھے اور صفا مروہ کی سعی سے کتراتے تھے، قبولِ اسلام کے بعد
انھوں نے اللہ کے رسول سے کہا، زمانۂ جاہلیت میں ہم لوگ سعی سے گریز کرتے تھے، اب کیا
ارشاد ہوتا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے طواف کو سنت قرار دیا ہے۔ پس کوئی شخص اسے ترک
نہ کرے، چاہے وہ حج کر رہا ہو یا عمرہ۔

۸۔ سورۂ مائدہ میں بیت اللہ اور اس کے متعلقات کے قابلِ احترام ہونے کا یہ
اعلان ملتا ہے:

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس والشھر الحرام والھدی
والقلائد ذلک لتعلموا ان اللہ یعلم ما فی السموٰت وما فی الارض
وان اللہ بکل شیٔ علیم (۹۷)

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو حرمت کا گھر بنایا ہے، لوگوں کے لیے (امن وجمعیت کے) قیام کا
ذریعہ ٹھہرایا ہے، نیز حرمت کے مہینوں کو اور (حج) کی قربانی کو اور (قربانی کے) ان
جانوروں کو جن کی گردنوں میں (علامت کے لیے) پٹے ڈال دیتے ہیں (پس کعبہ کی اور کعبہ
کے ان تمام رسوم وآداب کی حرمت قائم رکھو) یہ اس لیے کیا گیا تاکہ تم جان لو

Delhi

آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ سب کا حال جانتا ہے اور ہر بات کا علم رکھنے والا ہے۔

۹۔ اللہ کے حکم سے اس گھر سے متعلق کچھ شعائر قائم ہو گئے تھے جو عہد جاہلیت میں بھی ملحوظ رہے۔ جہاں خلاف ورزی کے آثار نظر آئے فوراً تنبیہ فرما دی۔ چنانچہ سورۂ مائدہ میں مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یاایھا الذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام ولا الھدی ولا القلائد ولا اٰمین البیت الحرام یبتغون فضلاً من ربھم ورضوانا۔ واذا حللتم فاصطادوا ولا یجرمنکم شناٰن قوم أن صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب (۲)

مسلمانو! خدا کے شعائر کی (یعنی خدا پرستی کی مقرر کی ہوئی نشانیوں اور آداب و رسوم کی) بے حرمتی نہ کرو اور نہ مہینوں کی بے حرمتی کرو جو حرمت کے مہینے ہیں اور نہ (حج کی) قربانی کی۔ نہ ان جانوروں کی جن کی گردنوں میں (بطور علامت) پٹے ڈال دیتے ہیں (اور کعبہ پر چڑھانے کے لیے دور دور سے لائے جاتے ہیں) نیز ان لوگوں کی بھی بے حرمتی نہ کرو (یعنی ان کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالو اور انھیں کسی طرح کا نقصان نہ پہنچاؤ) جو بیتِ حرام (یعنی کعبہ) کا قصد کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کا فضل اور خوشنودی ڈھونڈتے ہیں۔ اور جب تم احرام کی حالت سے باہر آ جاؤ (یعنی حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر احرام اتار دو) تو پھر شکار کر سکتے ہو اور (دیکھو) ایسا نہ ہو کہ ایک گروہ کی دشمنی تمھیں اس بات پر ابھار دے کہ زیادتی کرنے لگو کیونکہ انھوں نے مسجد حرام سے تمھیں روک دیا تھا۔ (تمھارا دستور العمل تو یہ ہونا چاہیے کہ) نیکی اور پرہیزگاری کی ہر بات میں

ایک دوسرے کی مدد کرو گناہ اور ظلم کی بات نہ کرو اور (دیکھو) اللہ کی نافرمانی

کے نتائج) سے ڈرو، یقیناً وہ (پاداشِ عمل میں) سخت سزا دینے والا ہے۔

یعنی زائرینِ بیت اللہ کے قتل و خونریزی کو حلال نہ سمجھو اور نہ انھیں کعبہ کی زیارت سے روکو

روایت ہے کہ حطم بن ہند بکری نے مدینہ کی چراگاہوں پر حملہ کر دیا۔ پھر اگلے سال عمرہ کی غرض سے

آیا بعض صحابہ نے اس کی راہ روکنی چاہی، اس پر یہ آیت اتری۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ پرامن نہ ہونے کی صورت میں بیتِ حرام یا بیت المقدس

کے مشرک زائرین کو قتل کیا جاسکتا ہے، مندرجہ بالا آیت میں جو حکم دیا گیا ہے اس سے یہ

لوگ مستثنیٰ ہیں۔

۱۰۔ سلسہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ مکہ مکرمہ میں داخل

ہو کر کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے ہیں، حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کو اس کی اطلاع دی، ایک جم غفیر

عمرہ کی نیت سے پابرکاب ہوگیا مگر حدیبیہ کے مقام پر کفارِ مکہ نے پرستارانِ حق کی اس

جماعت کو مسجدِ حرام میں داخل ہونے سے روک دیا۔ حالانکہ مسلمان عمرہ کی نیت کر کے نکلے

تھے اور ستر اونٹ ساتھ تھے، اس موقع پر سورۂ فتح کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ھم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام والھدی معکوفا

ان یبلغ محلہ ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات لم تعلموھم

ان تطؤھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی

رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا

الیما ۞

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور نیز قربانی کے جانور

کو جو رکا ہوا رہ گیا، اس کے موقع میں پہنچنے سے روکا اور اگر (مکہ میں اس وقت)

بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر نہ تھی یعنی

ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا لیکن ایسا اس لیے نہیں کیا گیا) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے، اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے۔

۱۱۔ جب صلح کی شرطیں طے پائیں کہ مسلمان اس سال واپس جائیں، آئندہ سال آکر عمرہ کریں تو بعض صحابہ خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات کھٹک رہی تھی، آخر انھوں نے پوچھ ہی دیا، کیا آپ نے ارشاد نہیں فرمایا تھا کہ ہم کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ فرمایا ہاں۔ مگر کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال جاؤ گے؟ کہا نہیں۔ حضور نے فرمایا بلاشبہ تم کعبہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت ابوبکر نے بھی حضرت عمر کو یہی جواب دیا۔ سورۂ فتح کی یہ آیتیں اسی موقعہ پر نازل ہوئیں۔

لقد صدق اللہ رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنين محلقين رؤسكم و مقصرين لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلك فتحا قريبا ٥ (۲۷)

فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ انشاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے اور تمھیں کوئی خوف نہ ہوگا، وہ اس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے، اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا فرما دی۔

۱۲۔ اہلِ حرم امن چین سے رہتے سہتے تھے، اس کے برعکس اطراف و اکناف کے بدوؤں میں لوٹ کھسوٹ اور قتل و خونریزی کا دور دورہ رہتا تھا، کفارِ مکہ کو معلوم تھا کہ ان کے دن اور چین کی راتیں حرم کا صدقہ ہیں، وہ یہ بھی جانتے تھے کہ بانیٔ حرم کا مذہب کیا تھا اور ان کی زندگیاں اس مذہب سے کس قدر دور جا پڑی تھیں، تاہم وہ باطل پر مصر اور اللہ کے احسان کے منکر تھے،

بہ باطل

چنانچہ سورۂ عنکبوت میں بھی بات کہی ہے:

اولم یروا انا جعلنا حرما آمنا ویتخطف الناس من حولھم افبالباطل یومنون وبنعمۃ اللہ یکفرون ٥ (۶۷)

کیا ہماری اس قدرت کی نشانی کو لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم مکہ کو (جو ایک غیر معروف بے رونق خطہ تھا) امن وحفاظت کا گھر بنا دیا اور ایک عالم نے اس کے ارد گرد ہجوم کیا؟ پھر کیا لوگ باطل پر ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں۔؟

کفار کہتے تھے اگر ہم آپ کا کہا مان لیں تو قرب وجوار کے مشرک قبیلوں سے کٹ جائیں گے بلکہ اندیشہ ہے کہ یہ سب ہم ٹوٹ پڑیں گے اور درپے آزار ہوں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اپنے وطن میں بھی چین سے گزر بسر نہ کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ معذرت نقل کی ہے اور یہ کہہ کر اس کا رد کیا ہے کہ یہ معذرتیں بے بنیاد ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے تمہیں امن وامان کی جگہ یعنی حرم محترم میں رکھا، حرم کی یہ روایت اول دن سے چلی آرہی ہے، تم اس سے مستفید ہو رہے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کفار ومشرکین کے لیے تو حرم امن کی جگہ ہو مگر مسلمانوں اور مومنوں کے لیے یہاں جینا دو بھر ہو جائے؟ پھر تمہیں گھر بیٹھے ہر قسم کا سامان خورد ونوش دستیاب ہوتا رہتا ہے ہمارے ہی فضل وکرم نے یہ سارے بندوبست کیے ہیں۔ چنانچہ سورۂ قصص میں بھی یہی بات دہرائی ہے۔

۱۳۔ وقالوا ان نتبع الھدی معک نتخطف من ارضنا اولم نمکن لھم حرما آمنا یجبیٰ الیہ ثمرات کل شیئ رزقا من لدنا ولکن اکثرھم لا یعلمون ٥ (۵۷)

وہ کہتے ہیں، اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی اختیار کر لیں تو اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے، کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے ایک پُرامن حرم کو ان کے لیے جائے قیام بنا دیا جس کی طرف ہر طرح کے ثمرات کھچے چلے آتے ہیں ہماری طرف سے رزق کے طور پر؟

محمد ابھی اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

مسجد حرام کی وجہ سے باشندگانِ مکہ خصوصاً قریش کو بڑی مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ مدتوں تک ان کا وقار اور دبدبہ قائم تھا۔ اللہ کے گھر کے پڑوسی اور پاسبان کی حیثیت سے ان کا بڑا احترام تھا، ساتھ ہی ان کا یہ مقام بعض مقامات پر کھٹکتا بھی تھا۔ یہی چیز حاکم حبشہ ابرہہ کو بھی کھلی اور وہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے فوجی مہم لے کر چلا، مقصود یہ تھا کہ عرب کے حاجیوں کی توجہ کعبہ سے پھیر دی جائے۔ یہ لشکر ہاتھیوں کے ساتھ ہر طرح مسلح حجاز کی طرف چلا اور اس نے مکہ سے قریب مغمس نامی مقام پر ڈیرے ڈالے۔ یہاں عربوں اور حبشیوں کے درمیان مڈبھیڑیں ہوئیں، مگر ابرہہ کی فوج نے منہ کی کھائی۔ اس شکست کے اسباب کئی ایک تھے۔ حملہ آور فوج یمنی اور حجازی قبائل کے جوابی حملوں کی تاب نہ لا سکی، پھر اس فوج میں بیماریاں پھوٹ پڑیں اور وہ بات بھی پیش آئی جس کا ذکر اس سورت میں آیا ہے۔ یعنی پرندوں نے حبشی فوج پر ایسی کنکریاں پھینکیں جن سے فوج کا بڑا حصہ ختم ہو گیا، ابرہہ ناکام و نامراد الٹے پاؤں لوٹ گیا۔ عرب کی تقویم میں یہ سال عام الفیل کہلاتا ہے۔ روایت ہے کہ ولادت باسعادت اسی سال ہوئی تھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۴۔ سورۂ فیل میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ اللہ نے ایک دشمن کے حملے سے اپنے گھر کی حفاظت تو کی ہی، ساتھ ہی بالواسطہ متولیانِ حرم کی ساکھ بھی قائم رکھی۔

الم تر کیف فعل ربك باصحب الفیل ہ الم یجعل کیدھم فی تضلیل ہ وارسل علیھم طیرا ابابیل ہ ترمیھم بحجارۃ من سجیل ہ فجعلھم کعصف ماکول ہ

تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ جھنڈ بھیج دیے جو ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے پھر ان کا یہ حال کر دیا جیسے جانوروں کا کھایا

ہوا ابھرتا ہے۔

۱۵۔ ایسا ہی احسان سورۂ قریش میں بھی یاد دلایا گیا ہے:

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ۚ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ٪

چونکہ قریش مانوس ہوئے (یعنی) جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس، لہذا ان کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔

ترتیب کے لحاظ سے یہ سورت سورۂ فیل کے بعد درج ہے، ویسے دونوں سورتیں مکی ہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ قریش کو اپنے احسانات کو یاد دلا رہا ہے، کہ انہیں کعبہ کر عزت دی، ابرہہ جیسے دشمن سے اس گھر کی حفاظت کی جو ان کے لیے باعثِ صد افتخار ہے۔ پھر انہیں اپنے گھر کے زیرِ سایہ جگہ دی وہیں بسایا۔ اور دنیا بھر میں شرف و عزت اور امن و اطمینان کی زندگی عطا کی، سرما میں یمن کا سفر، گرما میں شام کا سفر، مالِ تجارت ساتھ کوئی تعرض کرنے والا نہیں، کسی سے خطرہ کا اندیشہ نہیں، یہ ساری نعمتیں کیا اس کا تقاضا نہیں کرتیں۔ کہ اہالیانِ حرم ذاتِ واحد ہی کی بندگی کریں جس کا فضل و کرم نہ ہوتا تو وادیٔ غیرِ ذی زرع میں کیسی سیری اور کہاں کی سیر شکمی؟ پھر ہر سو رہزنوں اور اچکوں کا راج ہو تو انہیں اطمینان اور سکون کیسے نصیب ہو سکتا تھا؟ سفر و قیام کی یہ سہولتیں اور آسائشیں خدائے واحد ہی کی ربوبیت کا کرشمہ ہیں۔

۱۶۔ اللہ کے قانون نے باشندگانِ مکہ کو مہلت پر مہلتیں دیں مگر وہ راہِ راست پر نہ آئے نہ بیت اللہ کو خدائے واحد کی یاد کے لیے خاص کیا اور نہ ایسا کرنے والوں کے لیے جگہ خالی کی، نہ صرف یہ کہ اہلِ حق کو اس میں داخل ہونے سے روکتے تھے بلکہ انھوں نے اسے

پامال کے پرچار کا گڑھ بنا لیا تھا اور جانتے بوجھتے اس کی تخریب کا باعث بنے ہوئے تھے۔
چنانچہ سورۂ بقرہ میں ایسے تخریب کاروں کو ظالم کہا گیا ہے۔

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا
اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا
خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب الیم ۵ (۱۱۴)

اور غور کرو اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا انسان کون ہو سکتا ہے، جو اللہ کی عبادت گاہوں میں اس کے نام کی یاد کو روکے اور ان کی ویرانی میں کوشاں ہو؟ جن لوگوں کے ظلم کا یہ حال ہے یقیناً وہ اس لائق نہیں کہ خدا کی عبادت گاہوں میں قدم رکھیں بجز اس حالت کے کہ (دوسروں کو اپنی طاقت سے ڈرانے کی جگہ خود دوسروں کی طاقت سے) ڈرے سہمے ہوں۔ یاد رکھو! ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی سخت عذاب ہے۔

یہاں مشرکینِ مکہ مراد ہیں، جنھوں نے حدیبیہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا تھا، اس صورت میں تخریب سے مراد کعبۃ اللہ کی عمارت کا ڈھا دینا نہیں ہے بلکہ اللہ کی یاد سے روک کر اس کی ویرانی کا باعث بننا ہے۔

۱۷۔ جب قریش نے اپنی جگہ خالی نہیں کی تو اللہ کی قدرت نے خالی کرا دی، نااہلوں کی معزولی اور اہل لوگوں کی بحالی کا قانون رفتہ رفتہ نافذ ہونے لگا، اس سلسلہ کی پہلی کڑی یہ تھی کہ ہجرت کے بعد کفارِ مکہ عذابِ الٰہی کا سزاوار ہوئے، اب تک جو عذاب رکا ہوا تھا وہ اس لیے تھا کہ ذاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سپر بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ سورۂ انفال میں ارشاد ہو رہا ہے:

وما لھم الا یعذبھم اللہ وھم یصدون عن المسجد الحرام وما
کانوا اولیاءہ ۵ ان اولیاؤہ الا المتقون ولکن اکثرھم لا یعلمون ۵

وما كان صلاتهم عند البيت إلا مكاء وتصدية فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون ○ (۳۴-۳۵)

(لیکن (اب کہ تجھے مکہ چھوڑ دینے پر انھوں نے مجبور کر دیا) کونسی بات رہ گئی کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے، حالانکہ وہ مسجد حرام سے مسلمانوں کو روک رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اس کے متولی ہونے کے لائق نہیں اس کے متولی اگر ہو سکتے ہیں تو ایسے لوگ ہی ہو سکتے ہیں جو متقی ہوں (نہ کہ مفسد و ظالم) لیکن ان میں سے اکثروں کو (یہ حقیقت) معلوم نہیں، اور خانۂ کعبہ میں ان کی نماز اس کے سوا کیا تھی کہ سیٹیاں بجائیں اور تالیاں پیٹیں! تو دیکھو جیسے کچھ کفر کرتے رہے ہو اب (اس کی پاداش میں) عذاب کا مزہ چکھ لو!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مقدس کی برکت سے مشرکینِ مکہ پر عذاب نازل نہیں ہوا ! جب آپ ہجرت کرکے تشریف لے گئے تو عذاب نازل ہو کر رہا۔ چنانچہ قریش کے بڑے بڑے سردار معرکۂ بدر میں قتل بھی ہوئے اور قید بھی یہ لوگ مسجدِ حرام پر ناجائز قبضہ جمائے بیٹھے تھے، اور اس کے متولی اور مجاور تھے۔ حالانکہ کعبہ کی تولیت و مجاوری متقیوں کا حق ہے اور فریقین میں وہ فریق متقی ہے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرامؓ پر مشتمل تھا۔

بلاشبہ مشرکین کعبۃ اللہ کا احترام کرتے تھے مگر طواف وغیرہ کے دوران ایسی حرکتیں کرتے تھے جو سراپا بچکانی اور احترامِ کعبہ کے منافی تھیں۔

۱۸- حکم ہوا جن لوگوں نے صلح حدیبیہ کی شرطیں ملحوظ رکھتے ہوئے جوارِ حرم میں مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا ان پر مسلمان بھی حملہ نہ کریں، اگر اس معاہدہ کی خلاف ورزی ہو تو مسلمانوں کو بھی اختیار ہے کہ ترکی بہ ترکی جواب دیں۔ سورۂ توبہ کی آیت ہے۔

كيف يكون للمشركين عهد عند الله وعند رسوله الا الذين عاهدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لكم فاستقيموا لهم ان الله يحب المتقين ○ (۷)

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ (ان) مشرکوں کا عہد اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک عہد ہو؟

ہاں! جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد حرام کے قریب (حدیبیہ) میں عہد و پیمان باندھا تھا (اور انھوں نے اسے نہیں توڑا) تو (ان کا عہد) ضرور عہد ہے اور جب تک وہ تمہارے ساتھ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تم بھی ان کے ساتھ (اپنے عہد پر) قائم رہو، اللہ انھیں دوست رکھتا ہے جو (اپنے کاموں میں) متقی ہوتے ہیں۔

۱۹۔ مشرکین مکہ خانۂ کعبہ کے ایسے ہی پاسبان تھے، اور ویسے ہی پاسبان تھے جیسے دودھ کی رکھوالی بلّی۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ مسجدِ حرام کی حرمت پوری طرح ملحوظ رکھیں، ہاں دفاع ناگزیر ہو جائے تو مسجدِ حرام میں بھی تلوار اٹھانے کی اجازت ہے، کعبہ کے نام نہاد متولیوں کو خود ان کے گھروں میں سزا ملنی چاہیے، چنانچہ سورۂ بقرہ میں فرمایا!

واقتلوا ھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل، ولا تقاتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم۔ کذالک جزاء الکافرین (۱۹۱)

(اہل مکّہ نے تمہارے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے تو تمہاری طرف سے بھی اعلان جنگ ہے) جہاں کہیں پاؤ انھیں قتل کرو اور جس جگہ سے انھوں نے تمھیں نکالا ہے تم بھی انھیں لڑ کر نکال باہر کرو، اور فتنہ قائم رہنا قتل و خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے (باقی رہا حرم کی حدود کا معاملہ کہ ان کے اندر لڑائی کی جائے یا نہ کی جائے تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ) جب تک وہ خود مسجدِ حرام کے حدود میں لڑائی نہ کریں تم بھی اس جگہ ان سے لڑائی نہ کرو پھر اگر ایسا ہو کہ انھوں نے لڑائی کی تو تمہارے لیے بھی یہی ہو گا کہ لڑو، منکرینِ حق (کی ظالمانہ پیش قدمیوں) کا یہی بدلہ ہے۔

۲۰۔ رفتہ رفتہ مشرکینِ مکّہ کا موقف کمزور ہوتا جاتا تھا اور اسی تناسب سے مسلمان

بالادست ہوتے جاتے تھے مشرکین کی ہٹ اور ضد اس وقت شباب پہ تھی جب وہ [illegible]
کی تصویر تھے، جب کایا پلٹ ہو گئی تو مشرکین کے لب و لہجہ میں انکار کے بجائے سوال [illegible]
کے بجائے معذرت ظاہر ہونے لگی۔ سورۂ بقرہ کی یہ آیت اسی حقیقت کی غمازی کر رہی ہے۔

يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير وصد
عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه
اكبر عند الله والفتنة اكبر من القتل ولا يزالون يقاتلونكم حتى
يردوكم عن دينكم ان استطاعوا ومن يرتدد منكم عن دينه
فيمت وهو كافر فاولئك حبطت اعمالهم فى الدنيا والآخرة
واولئك اصحب النار هم فيها خالدون (۲۱۷)

اے پیغمبر! لوگ تم سے پوچھتے ہیں جو مہینہ حرمت کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اس میں لڑائی کرنا کیسا ہے؟ ان سے کہہ دو اس میں لڑائی لڑنا بڑی برائی کی بات ہے مگر (ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ) انسان کو اللہ کی راہ سے روکنا (یعنی ایمان اور خدا پرستی کی راہ اس پر بند کر دینی) اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام میں نہ جانے دینا نیز مکہ سے وہاں کے بسنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ برائی ہے اور فتنہ (یعنی ظلم و فساد) قتل سے بھی بڑھ کر ہے اور (یاد رکھو) یہ لوگ تم سے برابر لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر بن پڑے تو تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کر دیں اور دیکھو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے گا اور اسی حالت برگشتگی میں دنیا سے جائے گا تو یاد رکھو اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے اور ایسے ہی لوگ ہیں جن کا گروہ دوزخی گروہ ہے ہمیشہ عذاب میں رہنے والا!

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش کو ۲ھ میں ایک سریہ کا سردار بنایا [illegible]
ایک خط لکھوا کر دیا، تاکید فرما دی کہ دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد ہی خط کھولیں

ساتھیوں کو پڑھ کر سنائیں، اور جو مہم انھیں درپیش ہے اس کے سر کرنے میں کوئی ساتھی کوتاہی نہ کرے، خود حضورؐ کے الفاظ میں مہم یہ تھی کہ "تم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وادی نخلہ جاؤ جو مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے ۔ وہاں قریش کے تجارتی قافلہ پر نظر رکھو اور اس کی خبر ہمیں پہنچاؤ" اس خط میں لڑائی جھگڑے کا ذکر مذکور کچھ نہیں تھا، مقصد صرف اس قدر تھا کہ دشمن کی نقل وحرکت معلوم کی جائے ۔ مگر نامۂ مبارک پڑھ سن لینے کے بعد جو صورت حال پیش آئی وہ یہ تھی کہ اس سریہ کے دو آدمی سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان اپنے گم شدہ اونٹوں کی تلاش میں نکلے، قریش نے انھیں قید کر لیا، پھر قریش کا تجارتی قافلہ نخلہ سے گذرا، عمرو بن حضرمی اس کا سردار تھا، رجب کی آخری تاریخ تھی، ادھر قریش نے ہجرت کے وقت بعض مسلمانوں کی دولت مکہ میں روک لی تھی ۔ ایسے دل جلے بھی اس سریہ میں کچھ لوگ تھے، انھوں نے باہمی صلاح ومشورہ کیا، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں، قافلہ سے تعرض نہیں کریں گے تو وہ شب بھر میں حدود حرم میں داخل ہو جائے گا ۔ اس طرح قریش کے روکے ہوئے مال ودولت کی تلافی کا سنہری موقع ہاتھ سے نکل جائے گا ۔ آخر انھوں نے حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ۔ عمرو بن حضرمی کو مار ڈالا ۔ دو مشرکوں کو قید کر لیا اور کچھ غنیمت بھی حاصل کی، جب مدینہ لوٹ آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غنیمت کا پانچواں حصہ پیش کیا تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا، ان کے اقدام کو ناپسند فرمایا بلکہ صاف طور پر کہہ دیا کہ میں نے تو تمھیں حرمت کے مہینہ میں لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا ۔ پھر مدینہ کی ساری مسلم آبادی بھی اس سریہ کے لوگوں سے بددل سی ہو گئی، یہ آیت اسی موقعہ پر نازل ہوئی تھی ۔

ادھر کفار نے طعنہ دیتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے دیکھو! اسی نے حرمت کے مہینہ کو حلال کرنے میں پہل کی اور ہمارے آدمی کو ماہ رجب میں مار ڈالا ۔ مسلمانوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ قتل جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ کو ہوا تھا ۔ جب رجب شروع ہوا تو مسلمانوں نے اپنی تلواریں نیام میں کر لیں ۔

تاریخِ قتل سے متعلق یہ توجیہ ابن کثیر کی روایت میں ملتی ہے۔ [illegible] ہے کہ حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو جمادی الاخریٰ اور رجب کے بارے میں شبہ ہو گیا تھا۔ وہ اس خیال میں تھے کہ ابھی رجب شروع نہیں ہوا ہے۔ بہر حال غلطی مسلمانوں کی تھی مگر کفار نے پروپیگنڈے کی مہم تیز کر دی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت کے اونٹ اور کافروں کے قیدی ماہ رجب کے احترام کے طور پر اہل مکہ کو لوٹا دیے۔

اللہ تعالیٰ مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ فرض کرو مسلمانوں نے یہ جرم کیا مگر..... تم نے تو اس سے بھی بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے یعنی اللہ کا انکار کیا، محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو مسجدِ حرام سے روکا حالانکہ مسجدِ حرام کے حقدار تو وہی تھے۔ یہ سو جرموں کا ایک جرم ہے اور اللہ کی نظر میں قتل و خوں ریزی سے بڑھ کر سنگین ہے۔

۲۱۔ قریش نے کعبہ اور زائرین کعبہ کی خدمت کے لیے کچھ محکمے قائم کر لیے تھے، مثلاً کعبہ کی تولیت حجابہ کہلاتی تھی، حاجیوں کی خاطر تواضع کے لیے افادہ اور سقایہ موجود تھے۔ ان مناصب کے لیے مختلف قبائل میں اچھی خاصی رسہ کشی بھی رہتی تھی کیونکہ یہ اعزاز و اکرام کے عہدے سمجھے جاتے تھے۔ ان اعمال کی اہمیت سے انکار نہیں ہو سکتا، مگر اس صورت حال کا کیا علاج کہ یہ رواجی نیکیاں روحِ ایمان سے خالی تھیں، مشرکین سمجھتے تھے یہ سرگرمیاں ایمان و جہاد سے افضل نہیں تو ان کے برابر تو ضرور ہیں حتیٰ کہ بدری قیدی عباس بن عبد المطلب نے بھی یہ بات دہرائی تھی، قرآن نے اس زعمِ باطل کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ کجا ایمان و جہاد کی سرفروشانہ زندگی اور کجا خدمتِ حجاج کی سہل پسندی۔ ؟ فریقین کے اعمال میں زمین آسمان کا فرق ہے، لہذا دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا نہیں جا سکتا۔ یہ مضمون بڑی صفائی اور وضاحت کے ساتھ سورۂ توبہ میں بیان ہوا ہے۔

ما کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللّٰہ شاھدین علیٰ انفسھم بالکفر
اولٰئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خالدون ٥ انما یعمر

مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ و
اٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسیٰ اُولٰئک أن یکونوا من
المھتدین o أجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام
کمن اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوٗن
عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین o (۱۷-۱۹)

مشرکوں کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا ـــــ کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، ایسی حالت میں کہ وہ خود اپنے کفر کا اعتراف کر رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے سارے عمل اکارت گئے اور وہ عذاب آتش میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، فی الحقیقت مسجدوں کو آباد کرنے والا تو وہ ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا، نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہ مانا، جو لوگ ایسے ہیں انہی سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ (سعادت وکامیابی کی) راہ پانے والے ثابت ہوں گے! کیا تم لوگوں نے یوں ٹھہرا رکھا ہے کہ حاجیوں کے لیے سبیل لگانا اور مسجد حرام کو آباد رکھنا اس درجہ کا کام ہے، جیسا اس شخص کا جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں اور اللہ (کا قانون ہے کہ وہ) ظلم کرنے والوں پر (کامیابی کی) راہ نہیں کھولتا۔

یہاں ایک قرأت میں مساجد کی بجائے مسجد واحد آیا ہے، اس صورت میں کعبۃ اللہ مراد جمع کی صورت میں ساری ہی مسجدیں مقصود ہیں، دونوں صورتوں میں یہ حکم عام ہے کہ ان میں ...ت گزاری کے حقدار وہی لوگ ہیں جو خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں، غیروں کا ان میں ... حصہ نہیں۔

۲۲- یہاں یہ فرمایا ہے کہ شرک وبت پرستی کرنے والے بیت اللہ کے آباد کار نہیں ...لئے، آگے چل کر یہ بات بھی صاف کر دی کہ شرک کی آلائشوں میں ملوث لوگ بیت اللہ کے

قریب بھی بھٹکنے نہ پائیں، آباد کاری کا تو سوال ہی نہیں، چنانچہ فرمایا:

يا ايها الذين آمنوا انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا وان خفتم عيلة فسوف يغنيكم الله من فضله ان شاء ان الله عليم حكيم (۲۸)

مسلمانو! حقیقت حال اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ مشرک نجس ہیں (یعنی شرک نے ان کے دلوں کی پاکی سلب کر لی ہے) پس چاہیے کہ اب اس برس کے بعد سے (یعنی ۹ھ کے بعد سے) مسجد حرام کے نزدیک نہ آئیں اور اگر تم کو (ان کی آمد ورفت بند ہو جانے سے) فقر وفاقہ کا اندیشہ ہو (کہ وہ ہر طرح کی ضروری چیزیں باہر سے لاتے اور تجارت کرتے ہیں) تو گھبراؤ نہیں، اللہ چاہے گا تو عنقریب تمہیں اپنے فضل سے تونگر کر دے گا، اللہ سب کچھ جانتا اور (اپنے تمام کاموں میں) حکمت رکھنے والا ہے!

یہ آیت ۹ھ میں نازل ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر فرمایا، چند دن بعد حضرت علی کے ذریعہ "براءت" کی آیتیں مکہ مکرمہ روانہ فرمائیں کہ کفار مکہ کو پڑھ کر سنا دی جائیں اور یہ اعلان بھی کر دیا جائے کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک کعبہ کا قصد بھی نہ کرے، ننگا طواف کرنا تو بعد کی بات ہے، یہاں مسجد حرام سے مراد سارے حدود حرم ہیں۔

۲۳-مسجدِ حرام کی حرمت ہی سے متعلق ایک اہم بات تحویلِ قبلہ ہے، مدینۂ منورہ میں قبلۂ اول سولہ سترہ مہینے تک تھا، جب تک بیت المقدس کی طرف قبلہ رہا یہودی بہت خوش تھے لامحالہ قبلہ کی تبدیلی انھیں ناگوار گزری، اس پر سورۂ بقرہ میں فرمایا:

قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضها فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره وان الذين اوتوا الكتاب ليعلمون انه الحق من ربهم وما الله بغافل عما يعملون ○ (۱۴۴)

(اے پیغمبر) ہم دیکھ رہے ہیں کہ (حکم الٰہی کے شوق و طلب میں) تمہارا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھ اٹھ جاتا ہے تو یقین کرو، ہم عنقریب تمہارا رخ ایک ایسے قبلے کی طرف پھیر دینے والے ہیں جس سے تم خوشنود ہو جاؤ گے (اور اب کہ اس معاملہ کے ظہور کا وقت آ گیا ہے) تو چاہیے کہ تم اپنا رخ مسجد حرام (یعنی خانۂ کعبہ) کی طرف پھیر لو اور جہاں کہیں بھی تم اور تمہارے ساتھی ہوں ضروری ہے کہ (نماز میں) رخ اسی طرف کو پھر جایا کرے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے (یعنی یہود و نصاریٰ) وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ معاملہ ان کے پروردگار کی طرف سے ایک امر حق ہے (کیونکہ ان کے مقدس نوشتوں میں اس کی پیشین گوئی موجود ہے) اور جیسے کچھ ان کے اعمال ہیں اللہ ان سے غافل نہیں ہے!

۴۴۔ اسی سلسلۂ کلام میں آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے:

ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام وانہ للحق من ربک وما اللہ بغافل عما تعملون ○ ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ إلا الذین ظلموا منھم فلا تخشوھم واخشونی ولاتم نعمتی علیکم ولعلکم تھتدون ○ (۱۴۹-۱۵۰)

اور (اے پیغمبر) تم کہیں سے بھی نکلو (یعنی کسی سمت اور کسی مقام میں بھی ہو) لیکن (نماز میں) رُخ اسی طرف کو پھیر لو، اور (اے پیروان دعوت قرآنی) تم بھی اپنا رُخ اسی طرف کو کر لیا کرو، خواہ کسی جگہ اور کسی سمت میں ہو، اور یہ (جو تقرر قبلہ پر اس قدر زور دیا گیا ہے تو یہ) اس لیے ہے تاکہ تمہارے خلاف لوگوں کے پاس کوئی دلیل باقی نہ رہے (اور یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ معبد ابراہیمی ہی تمہارا قبلہ ہے) البتہ جو لوگ حق سے گزر چکے ہیں (ان کی مخالفت ہر حال میں جاری رہے گی) تو ان سے نہ ڈرو

مجھ سے ڈرو۔ اس کے علاوہ ازیں یہ حکم اس لیے بھی (دیا گیا) ہے کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کردوں، نیز اس لیے کہ دینی و عملی کی سیدھی راہ پر تم لگ جاؤ۔

تحویلِ قبلہ کی بات سورۂ بقرہ میں تین مرتبہ دہرائی گئی ہے پہلی بار فرمایا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوگی اور انھیں دل پسند قبلہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا جائے گا، دوسری بار فرمایا یہ موقف حق ہے، من جانب اللہ ہے، اور رسول کی پسند کے موافق ہے، تیسری مرتبہ مخالفین یہود کی دلیل کا رد کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ان کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ نبی موعود کا قبلہ کعبہ ہوگا۔

مسجد اقصیٰ

۲۵۔ مسجدِ حرام کے بعد قرآن مجید میں مسجد اقصیٰ کا ذکر بھی آیا ہے، چنانچہ بنی اسرائیل کی پہلی ہی آیت میں تصریح کی گئی ہے کہ قبلۂ اوّل سفرِ معراج میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخری منزل تھی، سائنس اور ٹکنالوجی کی طفولیت کے زمانے میں سفرِ معراج اور اس کی کیفیت ممکن ہے باعثِ خلش اور محتاجِ تشریح رہی ہو، اب جبکہ یہ علوم معراجِ کمال کو پہنچ چکے ہیں اور انسان نے اللہ کی دی ہوئی عقل اور دانائی سے کام لے کر پرندوں کی طرح اڑنا، ہوا سے باتیں کرنا اور آواز بلکہ روشنی سے زیادہ تیز سفر کرنا سیکھ لیا ہے یہ باتیں خود بخود سمجھ میں آسکتی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا تابع بنا دیا تھا اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کر عرش و سماء کی بلندیوں تک پہنچا دیا تھا آیت ملاحظہ ہو:

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیاتنا انہ ھو السمیع البصیر ۝

پاک ہے اس ذات کے لیے جس نے اپنے بندے کو (یعنی پیغمبر اسلام کو) راتوں رات

مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کہ اس کے اطراف ہم نے بڑی ہی برکت دی ہے سیر کرائی اور اس لیے سیر کرائی کہ اپنی نشانیاں اسے دکھا دیں، بلاشبہ وہی ذات ہے جو سننے والی دیکھنے والی ہے!

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں "یہاں مسجدِ حرام سے مقصود مکہ ہے اور مسجدِ اقصیٰ سے بیت المقدس کا ہیکل، اسے اقصیٰ اس لیے فرمایا کہ عرب کے لیے قریب کی عبادت گاہ خانۂ کعبہ تھی اور دور کی عبادت گاہ ہیکل"۔[1]

مسجدِ اقصیٰ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حسب ایماء جنوں نے بنایا تھا۔ یہ عمارت جو دسویں صدی قبل مسیح میں وجود میں آئی ہیکل سلیمانی کہلاتی ہے، یروشلم میں موریا نامی پہاڑیوں پر واقع ہے، قریب ہی گنبد صخرہ واقع ہے۔ تعمیر کے چار سو سال بعد ۵۸۶ ق م میں بخت نصر نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، پچاس ساٹھ برس بعد دوبارہ تعمیر ہوئی تو سکندر اعظم کے ایک جانشین نے ۱۶۸ ق م میں اسے مندر میں تبدیل کر دیا، پھر عیسوی سن کے ابتدائی سالوں میں اس کی قدیم حیثیت بحال ہوئی، شہنشاہ ٹیٹس نے ۷۰ء میں اسے پھر زمین کے برابر کر دیا۔

۲۶۔ اسی سورت میں ذرا آگے چل کر مسجدِ اقصیٰ کی انہی بار بار کی بربادیوں کا ذکر کیا گیا ہے:

إن احسنتم احسنتم لأنفسكم وان اسأتم فلها، فاذا جاء وعد الآخرة ليسوءا وجوهكم وليدخلوا المسجد كما دخلوه اول مرة وليتبروا ما علوا تتبيرا (۷)

اگر تم نے بھلائی کے کام کیے تو اپنے ہی لیے کیے اور اگر برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لیے کیں، پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا (تو ہم نے اپنے دوسرے بندوں کو بھیج دیا) تاکہ تمہارے چہروں پر رسوائی پھیر دیں اور اسی طرح (ہیکل کی) مسجد میں داخل

---

[1] ترجمان القرآن ج ۲ ص ۳۴۶۔

[illegible]

یہودیوں میں طرح پہلی مرتبہ حملہ آور گھسے تھے اور جو کچھ پائیں توڑ پھوڑ کر برباد کر ڈالیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم لکھتے ہیں "آیت نمبر ۴ میں کتاب سے مقصود انبیائے بنی اسرائیل کے صحیفے ہیں، چنانچہ یسعیاہ، یرمیاہ اور حزقیل کی کتابوں میں بنی اسرائیل کے دو بڑے فسادوں اور دو بڑی بربادیوں کی خبر دے دی گئی تھی، پہلی بربادی بابل کے بادشاہ بنوکدنضر (بخت نصر) کے حملہ سے ہوئی، دوسری رومیوں کے حملے سے جو ٹیٹس کے زیر قیادت ہوئی تھی۔ بابل کے حملے نے صرف یہودیہ کی آبادیوں ہی کو پامال نہیں کیا تھا، بلکہ بنی اسرائیل کی نسل و قومیت بھی ہلاک و منتشر ہو گئی تھی۔ لیکن ایک صدی کے بعد گردشِ زمانہ نے پھر پلٹا کھایا اور کارسازِ قدرت نے وقت کی سب سے بڑی فاتح شہنشاہیت کو ان کی اعانت و دست گیری کے لیے کھڑا کر دیا یعنی شہنشاہِ فارس کو۔ اب یہودیہ کی تمام اجڑی بستیاں پھر آباد ہو گئیں اور یہودی جمعیت کا جسمِ مردہ پھر زندہ ہو گیا، آیت نمبر ۹ میں اسی عہد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا اگر تم نے اچھے کام کیے تھے تو اپنے ہی لیے کیے تھے، یعنی اس کے نتائج تمہارے ہی حصے میں آئے اور برائیاں کی تھیں تو وہ بھی اپنے ہی لیے کی تھیں۔ اس کی پاداش بھی تمہارے ہی حصے میں آئی، چنانچہ جب ایسا ہوا کہ اس دوسری مہلت کی بھی تم نے قدر نہ کی اور اپنی توبہ و انابت کے وہ تمام عہد بھلا دیے جو بابل کی اسیری کے زمانے میں کیے تھے، تو پھر دوسری ہلاکت کا وقت نمودار ہو گیا، یعنی رومی حملہ کا، یہ بنی اسرائیل کی آخری ہلاکت تھی، اس کے بعد پھر نہ سنبھل سکے [1]

مسجدِ نبوی، مسجدِ قبا، مسجدِ ضرار

۲۷۔ مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ کے بعد قرآن پاک میں مسجدِ نبوی اور مسجدِ قبا کا ذکر بھی آیا ہے اور منافقوں کی بنائی ہوئی اس مسجد کا بھی جو مسجدِ ضرار کے نام سے مشہور ہوئی، سورۂ توبہ میں فرمایا:

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا

---

[1] ترجمان القرآن: جلد ۲ ص: ۳۴۶ - ۳۴۸۔

لمن حارب الله ورسوله من قبل وليحلفن ان أردنا الا الحسنیٰ
والله يشهد انهم لكذبون ٥ لا تقم فيه ابدا لمسجد اسس
على التقوىٰ من اول يوم احق أن تقوم فيه فيه رجال يحبون
ان يتطهروا والله يحب المطهرين ٥ افمن اسس بنيانه على
تقوىٰ من الله ورضوان خير ام من اسس بنيانه على شفا
جرف هار فانهار به فی نار جهنم والله لا يهدی القوم
الظالمين ٥ لا يزال بنيانهم الذی بنوا ريبة فی قلوبهم الا ان
تقطع قلوبهم والله عليم حكيم (۱۰۷ - ۱۱۰)

اور (منافقوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں) جنھوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کر
کھڑی کی کہ نقصان پہنچائیں، کفر کریں، مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور ان لوگوں کے لیے
ایک کمین گاہ پیدا کر دیں جو اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکے ہیں،
وہ ضرور قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہمارا مطلب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ بھلائی ہو، لیکن
اللہ کی گواہی یہ ہے کہ وہ اپنی قسموں میں قطعاً جھوٹے ہیں، (اے پیغمبر!) تم کبھی اس
مسجد میں کھڑے نہ ہونا - اس بات کی کہ اس میں کھڑے ہو (اور بندگان الٰہی تمہارے
پیچھے نماز پڑھیں) وہی مسجد حقدار ہے جس کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی
ہے (مسجد قبا اور مسجد نبوی) اس میں ایسے لوگ (آتے) ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ
پاک وصاف رہیں اور اللہ بھی پاک وصاف رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔
کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر
رکھی (جو کبھی ہلنے والی نہیں) یا وہ جس نے ایک کھائی کے گرتے ہوئے کنارے پر
اپنی عمارت کی بنیاد رکھی اور وہ مع اپنے مکین کے آتش، دوزخ (کے گڑھے) میں
جا گری؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ انھیں (کامیابی وسعادت کی) راہ نہیں دکھاتا جو

ظلم کا شیوہ اختیار کرتے ہیں یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے (یعنی مسجد ضرار) ہمیشہ ان کے دلوں کو شک وشبہ سے مضطرب رکھے گی (یہ کانٹا نکلنے والا نہیں) مگر یہ کہ ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں (کیونکہ یہ ان کے نفاق کی ایک بہت بڑی شرارت تھی جو چلی نہیں اس لیے ہمیشہ اس کی وجہ سے خوف وہراس کی حالت میں رہیں گے) اور اللہ سب کا حال جاننے والا (اپنے تمام کاموں میں) حکمت رکھنے والا ہے!

سورۂ توبہ کی مذکورہ بالا چار آیتوں میں تین مسجدوں کا ذکر ہے۔ مسجدِ قبا، مسجدِ نبوی، اور ضرار، چلتے چلتے ان مسجدوں کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈال لیجیے:

"قبا مدینہ سے جنوب مغربی سمت تقریباً ڈیڑھ میل پر ایک آبادی ہے۔ جہاں مختلف میووں کے باغات ہیں اور یہیں مسجدِ قبا واقع ہے جو اسلام کی سب سے پہلی مسجد کہلاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری منزل تھی۔ یہاں آپ نے مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے چار روز تک قیام فرمایا تھا، جس جگہ آپ نے قیام فرمایا تھا یہ مسجد اسی جگہ تعمیر ہوئی۔ قبا اگرچہ مدینہ منورہ سے باہر ہے لیکن مدینہ منورہ سے اس کا تعلق ایسا ہی ہے جیسا کسی محلّہ کا ہوتا ہے۔ شنبہ کے دن قبا جانا اور اس مسجد میں نفل ادا کرنا مستحب ہے۔ حضورؐ کا معمول تھا، شنبہ کے روز یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔"[1]

ہجرت کے پہلے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کے ساتھ مل کر اپنے دستِ مبارک سے اس مسجد کی تعمیر کی، اس کے لیے وہی جگہ پسند فرمائی جہاں ہجرت کے موقع پر آپؐ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ مسجد کی زمین آپ نے اس کے مالکوں سے قیمت ادا کر کے حاصل کی، ہجرت کے ساتویں سال آپؐ نے توسیع کر کے اسے مربع شکل میں کر دیا۔

---

[1] جزیرۃ العرب ص: ۲۰۸ ملخصاً۔